تفسير
سورة آل عمران
والنساء

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ

تفسیر

سورۃ آلِ عمران و النساء

بیان فرمودہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

پیش لفظ

سیّدنا حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصانیف اور تقاریر میں سورۃ آل عمران و سورۃ النساء کی جن آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے، ہم اسے یکجا کر کے احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کی تیاری، کتابت اور طباعت میں جن احباب نے حصّہ لیا ہے، اُن سب کو اپنے فضلوں، برکتوں اور رحمتوں سے نوازے (آمین)

خاکسار

ابوالمنیر نورالحق

ابوالمنیر نورالحق مینجنگ ڈائرکٹر ادارۃ المصنّفین، ربوہ

۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء

مدعی تھے تا کہ اپنی کتاب کے فرمودہ کے مطابق ان کو جھوٹا نبی ثابت کریں رفع جسمانی کے متعلق تو کوئی جھگڑا ہی نہ تھا۔ قرآن شریف چونکہ بنی اسرائیل کے متنازعہ فیہ امور میں حکم اور قول فیصل ہے اس نے یہود کے اس اعتراض اور بہتان کا جوانہوں نے مسیح کو لعنتی اور جھوٹا نبی ثابت کرنے کے واسطے باندھا تھا۔ جواب دیا کہ مَاقَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کہ یہود نے جیسا کہ ان کا زعم ہے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس طرح سے وہ اُن کو جھوٹا نبی ثابت کرنے کے دعویٰ میں کامیاب ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رفع روحانی کیا اور ان کو ایسی ذلّت اور ادبار سے بچالیا۔ اگر رفع جسمانی ہی نجات اور پاکیزگی اور مقبول اور محبوب الٰہی ہونے کا موجب ہے تو پھر تو سارے ہی نبی جھوٹے ٹھیرتے ہیں اور کوئی بھی نجات یافتہ نہیں رہتا چہ جائیکہ کوئی خدا کا محبوب اور مقبول بھی ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ تعصّب نے ان کو کسی کام کا نہ چھوڑا۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۴۷ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ﴿۱۶۰﴾

سوال (پیش ہوا کہ) - قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل مسیح ابن مریم کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں گے سو اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح اُس وقت تک جیتا رہے جب تک کہ تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں۔

اما الجواب (حضور نے فرمایا) پس واضح ہو کہ سایل کو یہ دھوکہ لگا ہے کہ اُس نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا ہے۔ آیت فرقانی کا یہ منشاء ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب کے فرقوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کر لیں کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنے ہیں جیسا کہ سایل سمجھا ہے تو اِس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح سے اُس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو جس قدر اہل کتاب دنیا میں گذرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آیندہ ہوں گے وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں حالانکہ یہ خیال بہ بداہت باطل ہے ہر یک شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں اور خدا جانے آیندہ بھی کس قدر کفران کی وجہ سے اُس آتشی تنور میں پڑیں گے اگر خدائے تعالیٰ کا یہ منشاء ہوتا کہ وہ تمام اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونے کے وقت اس پر ایمان لاویں گے تو وہ اُن سب کو اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتا لیکن اب مرنے کے بعد اُن کا ایمان لانا کیونکر ممکن ہے۔

بعض لوگ نہایت تکلف اختیار کر کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت خدائے تعالیٰ اُن سب

اہل کتاب کو پھر زندہ کرے جو مسیح کے وقت بعث سے مسیح کے دوبارہ نزول تک کفر کی حالت میں مر گئے ہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو کوئی کام خدائے تعالیٰ سے غیر ممکن نہیں لیکن زیر بحث تو یہ امر ہے کہ کیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ان خیالات کا کچھ نشان پایا جاتا ہے اگر پایا جاتا ہے تو کیوں وہ پیش نہیں کیا جاتا۔

بعض لوگ کچھ شرمندے سے ہو کر دبی زبان یہ تاویل پیش کرتے ہیں۔ کہ اہل کتاب سے مراد وُہ لوگ ہیں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دُنیا میں موجود ہوں گے اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آویں گے اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنوں کی فوج میں داخل ہو جائیں گے لیکن یہ خیال بھی ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں اول تو آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مُراد ہیں جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو علاوہ اس کے یہ معنے بھی جو پیش کیے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ باواز بلند بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہیں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے اور کچھ ضرور نہیں کہ ہم بار بار ان حدیثوں کو نقل کریں اسی رسالہ میں اپنے موقعہ پر دیکھ لینا چاہیئے ماسوا اس کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ مسلّمہ ہے کہ دجّال بھی اہل کتاب میں سے ہی ہو گا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا اب میں اندازہ نہیں کر سکتا کہ اس خیال کے پیرو ان حدیثوں کو پڑھ کر کس قدر شرمندہ ہوں گے یہ بھی مانا گیا اور مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ جائیں گے جن پر قیامت آئے گی اگر کوئی کافر نہیں رہے گا تو وہ کہاں سے آجائے گی۔ (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۳۶۶-۳۶۹)

اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ پیشگوئی کی صورت پر نہیں جیسا کہ ہمارے بھائی مولوی صاحبان جو بڑے علم کا دم مارتے ہیں خیال کر رہے ہیں بلکہ یہ تو اُس واقعہ کا بیان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھا یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے خیالات کی جو اس وقت حالت تھی خدائے تعالیٰ اتماماً للحجت انہیں سُنا رہا ہے اور اُن کے دلوں کی حقیقت اُن پر ظاہر کر رہا ہے۔ اور اُن کو ملزم کر کے انہیں یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو مقابل پر آکر صاف طور پر دعویٰ کرو کہ یہ خبر غلط بتائی گئی ہے اور ہم لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ یقینی طور پر سمجھ بیٹھے ہیں کہ سچ مچ مسیح مصلوب ہو گیا ہے۔

اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ آخر آیت میں جو یہ لفظ واقعہ ہے کہ قَبْلَ مَوْتِہٖ اس کلام سے اللہ جلّ شانہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص مسیح کی عدم مصلوبیت سے یہ نتیجہ نہ نکال لیوے کہ چونکہ مسیح صلیب کے ذریعہ سے مارا نہیں گیا اس لیے وہ مرا بھی نہیں سو بیان فرما دیا کہ یہ تمام حال تو قبل از موت طبعی ہے اس لیے اُس موت کی نفی نہ نکال لینا جو بعد اس کے طبعی طور پر مسیح کو پیش آگئی گویا اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ ہمارے اس بیان پر بالاتفاق ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح یقینی طور پر صلیب کی موت سے نہیں مرا صرف شکوک و شبہات ہیں سو قبل اس کے جو وہ لوگ مسیح کی موت طبعی پر ایمان لاویں جو درحقیقت

واقعہ ہوگئی ہے اُس موت کے مقدمہ پر انہیں ایمان ہے کیونکہ جب مسیح صلیب کی موت نہیں مرا جس سے یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے اغراض کی وجہ سے خاص خاص نتیجے نکالنے چاہتے تھے تو پھر اُس کی طبعی موت پر بھی ایمان لانا اُن کے لیے ضروری ہے کیونکہ پیدائش کے لیے موت لازمی ہے۔ سو قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے کہ قَبْلَ اِیْمَانِہٖ بِمَوْتِہٖ۔ اور دوسرے طور پر آیت کے یہ بھی معنے ہیں کہ مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک و شبہ کے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں پس ان معنوں کی رو سے بھی قرآن کریم بطور اشارۃ النص مسیح کے فوت ہوجانے کی شہادت دے رہا ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۳۸۳-۳۸۵)

بعض نافہم مولوی بطور جرح یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کی یہ علامت لکھی ہے کہ دجال معہود کو وہ قتل کریگا اور تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں گے اور اس خیال کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ مسیح کے نزول کے وقت تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو پھر ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ دجّال کُفر کی حالت میں ہی قتل کیا جائے گا۔ ماسوا اس کے مُسلم کی حدیث میں صاف لکھا ہے کہ دجّال کے ساتھ ستر ہزار اہل کتاب شامل ہو جائیں گے اور اکثر کی اُن میں سے کفر پر موت ہو گی اور مسیح کی وفات کے بعد بھی اکثر لوگ کافر اور بے دین باقی رہ جائیں گے جن پر قیامت آئے گی اور قرآن کریم بھی صریح اور صاف طور پر اس پر شہادت دیتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ...... میں تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر یعنی یہود پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔[۱] پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے دن تک یہود کی نسل تھوڑی بہت باقی رہ جائے گی اور پھر فرماتا ہے کہ اَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[۲] یعنی ہم نے یہود اور نصاریٰ میں قیامت کے دن تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے اس آیت سے بھی صاف طور پر ثابت ہے کہ یہودی قیامت کے دن تک رہیں گے کیونکہ اگر وہ پہلے ہی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو پھر سلسلہ عداوت اور بغض کا قیامت تک کیونکر ممتد ہو گا لہٰذا ماننا پڑا کہ ایسا خیال کہ حضرت مسیح کے نزول کی یہ علامت ہے کہ تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آئیں گے صریح نص قرآن اور حدیث سے مخالف ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۷-۳۹)

اگر فرض کے طور پر یہ مان لیا جائے کہ آیت موصوفہ میں لفظ لَیُؤْمِنَنَّ استقبال کے ہی معنے رکھتا ہے پھر بھی کیونکر یہ آیت مسیح کی زندگی پر قطعیۃ الدلالت ہو سکتی ہے کیا استقبالی طور پر یہ دوسرے معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائیگا دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے اِلَّا لَیُؤْمِنُنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح ابن مریم پر ایمان لے آئیں گے اب دیکھئے کہ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر جو آپ حضرت مسیح کی طرف پھیرتے تھے دوسری

---

[۱] اٰل عمران آیت ۵۶ ۔ [۲] المائدہ آیت ۱۵ +

قرأت سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مسیح کی طرف نہیں بلکہ اہل کتاب کے فرقہ کی طرف پھرتی ہے آپ جانتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ بھی حکم حدیث احاد کا رکھتی ہے اور آیات کے معنوں کے وقت ایسے معنے زیادہ تر قبول کے لائق ہیں جو دوسری قرأت کے مخالف نہ ہوں اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ یہ آیت جس کی دوسری قرأت آپ کے خیال کو بکلی باطل ٹھہرا رہی ہے کیونکر قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے۔

ماسوا اس کے...... ہر ایک جگہ اور ہر ایک مقام میں نون ثقیلہ کے ملانے سے مضارع استقبال نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم کے لیے قرآن کریم کی نظیریں کافی ہیں اگرچہ یہ سچ ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم کے مضارعات پر جب نون ثقیلہ ملا ہے تو وہ استقبال کے معنوں پر مستعمل ہوئے ہیں۔ لیکن بعض جگہ ایسی بھی ہیں کہ حال کے معنے قائم رہے ہیں یا حال اور استقبال بلکہ ماضی بھی اشتراکی طور پر ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کی طرح مراد لیے گئے ہیں یعنی ایسا سلسلہ جو حال یا ماضی سے شروع ہوا اور استقبال کی انتہا تک بلا انقطاع برابر چلا گیا۔ (الحق دہلی ص۳۲)

فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنے کیے جائیں کہ حضرت عیسٰی کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنے کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے نزول کے بعد ہزار ہا لوگ کفر کی حالت میں مریں گے اب اگر آپ ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوے پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے حدیث میں تو صرف کفر پر مرنا اُن کا لکھا ہے یہ آپ نے کہاں سے اور کس جگہ سے نکال لیا ہے کہ کفر پر تو مریں گے مگر اُن کو حضرت عیسٰی کی رسالت پر یقین ہو گا اور کس نص قرآن یا حدیث سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایمان سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ یقین مراد ہے ظاہر لفظ ایمان کا حقیقی ایمان پر دلالت کرتا ہے اور صرف عن الظاہر کے لیے کوئی قرینہ آپ کے پاس چاہیئے۔ جبکہ لفظ لفظ آیت میں یہ شبہات ہیں تو پھر آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ہوئی۔ اگر آپ لیومنن سے بغیر کسی قرینہ کے مجازی ایمان مراد لیں گے تو آپ کے مخالف کا حق ہو گا کہ وہ حقیقی معنے مراد لیوے۔ آپ کو سوچنا چاہیئے کہ ایسے ایمان سے فائدہ ہی کیا ہے اور مسیح کی خصوصیت کیا ٹھہری ایسا تو ہر ایک نبی کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ بدبخت لوگ زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں اور دل سے یقین کر جاتے ہیں...... آیت کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آویگا کہ اس زمانہ کے اہل کتاب اُن پر ایمان لے آویں گے اور اس زمانہ سے پہلے کفر پر مرنیوالے کفر پر مریں گے...... آن کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو یہ لفظ بیکار اور غیر موثر ٹھہرتا ہے۔ (الحق دہلی ص۳۵-۳۶)

میں ثابت کرتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت نحویوں کا یہی مذہب ہے کہ نون ثقیلہ سے مضارع خالص مستقبل کے معنوں میں آجاتا ہے اور کبھی اور کسی مقام اور کسی صورت میں اس کے برخلاف نہیں ہوتا تو انہوں نے سخت غلطی کی ہے قرآن کریم

اُن کی غلطی ظاہر کر رہا ہے اور اکابر صحابہ اُس پر شہادت دے رہے ہیں حضرت انسانوں کی اور کوششوں کی طرح نحویوں کی کوششیں بھی خطا سے خالی نہیں آپ حدیث اور قرآن کو چھوڑ کر کس جھگڑے میں پڑ گئے۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی کہ وہ سب تفسیر آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ میں غلطی کرتے رہے ابھی میں انشاءاللہ القدیر آپ پر ثابت کرونگا کہ آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی قطعیۃ الجہالت ہونے پر فتویٰ لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اُن میں داخل کر دیا جائے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں قطعیۃ کا فایدہ حاصل نہیں کر سکتے اور کوئی تقویٰ شعار علماء میں سے اس قطعیۃ کے دعویٰ میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوگا اور کیونکر شریک ہو۔ شریک تو تب ہو کہ بہت سے بزرگوں اور صحابہ کو جاہل قرار دیوے اور نبی صلعم پر بھی اعتراض کرے۔ سبحانہ ھذا بھتان عظیم۔

اب میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کے نزول کے لیے قطعیۃ الدلالت قرار دیا ہے یا کچھ اور ہی معنے لکھے ہیں۔ سو واضح ہو کہ کشاف صفحہ ۱۹۹ میں لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے۔ جُمْلَةٌ قَسَمِيَّةٌ وَاقِعَةٌ صِفَةٌ لِمَوْصُوْفٍ مَحْذُوْفٍ تَقْدِيْرُهٗ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَحَدٌ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِعِيْسٰى وَبِاَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ يَعْنِيْ اِذَا عَايَنَ قَبْلَ اَنْ تَزْهَقَ رُوْحُهٗ حِيْنَ لَا يَنْفَعُهٗ اِيْمَانُهٗ لِانْقِطَاعِ وَقْتِ التَّكْلِيْفِ وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لِيَ الْحُجَّاجُ اٰيَةٌ مَّا قَرَأْتُهَا اِلَّا تَخَالَجَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِّنْهَا يَعْنِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنِّيْ اَضْرِبُ عُنُقَ الْاَسِيْرِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى۔ فَلَا اَسْمَعُ مِنْهُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنَّ الْيَهُوْدِيَّ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ دُبُرَهٗ وَوَجْهَهٗ وَقَالُوْا يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَتَاكَ عِيْسٰى نَبِيًّا فَكَذَّبْتَ بِهٖ فَيَقُوْلُ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ عَبْدٌ نَبِيٌّ وَتَقُوْلُ لِلنَّصْرَانِيِّ اَتَاكَ عِيْسٰى نَبِيًّا فَزَعَمْتَ اَنَّهُ اللّٰهُ اَوِ ابْنُ اللّٰهِ فَيُؤْمِنُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ فَسَّرَهٗ كَذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ عِكْرِمَةُ فَاِنْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ۔ قَالَ لَا تَخْرُجُ نَفْسُهٗ حَتّٰى يُحَرِّكَ بِهَا شَفَتَيْهِ قَالَ عِكْرِمَةُ وَاِنْ خَرَّ مِنْ فَوْقِ بَيْتٍ اَوِ احْتَرَقَ اَوْ اَكَلَهٗ سَبُعٌ قَالَ يَتَكَلَّمُ بِهَا فِي الْهَوَاءِ وَلَا تَخْرُجُ رُوْحُهٗ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِهٖ وَتَدُلُّ عَلَيْهِ قِرَاءَةُ اُبَيٍّ اِلَّا لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِضَمِّ النُّوْنِ عَلٰى مَعْنٰى وَاِنْ مِّنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا لَيُؤْمِنُوْنَ قَبْلَ مَوْتِهِمْ۔ وَقِيْلَ الضَّمِيْرَانِ لِعِيْسٰى يَعْنِيْ وَاِنْ مِّنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى وَهُمْ اَهْلُ الْكِتٰبِ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ فِيْ زَمَانِ نُزُوْلِهٖ رُوِيَ اَنَّهٗ يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَلَا يَبْقٰى اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا يُؤْمِنُ بِهٖ حَتّٰى تَكُوْنَ الْمِلَّةُ وَاحِدَةً وَهِيَ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَقِيْلَ الضَّمِيْرُ فِيْ بِهٖ يَرْجِعُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَقِيْلَ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ یعنی لیؤمنن بہ جملہ قسمیہ ہے اور آیت موصوف محذوف کے لیے صفت ہے اور محذوف کو ملانے کے ساتھ

اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور نیز اس بات پر ایمان لاوے کہ وہ اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہے یعنی جس وقت جان کندن کا وقت ہو جب کہ ایمان بوجہ انقطاع وقت تکلیف کے کچھ نفع نہیں دیتا۔ اور شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ مجھے حجاج نے کہا کہ ایک آیت ہے کہ جب کبھی میں نے اُس کو پڑھا۔ تو اُس کی نسبت میرے دل میں ایک خلجان گذرا یعنی یہی آیت اور خلجان یہ ہے کہ مجھے کتابی اسیر قتل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اور میں یہود یا نصاریٰ کی گردن مارتا ہوں اور میں اُس کے مرنے کے وقت یہ نہیں سنتا کہ میں عیسیٰ پر ایمان لایا۔ ابن حوشب کہتا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودیوں پر جان کندن کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر اور پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اُس کی تکذیب کی پس وہ کہتا ہے کہ اب میں عیسیٰ پر ایمان لایا کہ وہ بندہ اور پیغمبر ہے اور نصرانی کو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اُس کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا تب وہ کہتا ہے کہ اب میں نے قبول کیا کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اس نے ایک موقعہ پر یہی تفسیر کی تب عکرمہ نے اس کو کہا کہ اگر ناگاہ کسی شخص کی گردن کاٹ دی جائے تو کس وقت اور کیونکر وہ عیسیٰ کی نبوت کا اقرار کریگا تب ابن عباس نے کہا کہ اس کی اس وقت تک جان نہیں نکلے گی جب تک اس کے لبوں پر کلمہ اقرار نبوت مسیح کا جاری نہ ہووے پھر عکرمہ نے کہا کہ اگر وہ گھر کی چھت پر سے گرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اس کو کھا لیوے تو کیا پھر بھی اقرار نبوت عیسیٰ کا اُس کو موقعہ ملیگا تب ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ گرتے گرتے ہوا میں یہ اقرار کر دے گا۔ اور جب تک یہ اقرار نہ کر لے تب تک اُس کی جان نہیں نکلے گی اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأت ابی بن کعب کی الا لیومننّ بہ قبل موتھم بضمّ النون یعنی دوسری قرأت میں بجائے قبل موتہ کے قبل موتھم لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کی طرف۔ اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں بہ اور موتہ کی حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب اُن کی نبوت پر ایمان لے آویں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضمیر بہ کی پھرتی ہے۔

پھر نووی میں عبارت لکھی ہے ذَهَبَ كَثِيْرُوْنَ بَلِ الْاَكْثَرُوْنَ اِلٰى اَنَّ الضَّمِيْرَ فِيْ اٰيَةِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ يَعُوْدُ اِلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ وَيُؤَيِّدُ هٰذَا اَيْضًا قِرَاءَةُ مَنْ قَرَأَ قَبْلَ مَوْتِهِمْ ۔ یعنی بہت سے لوگ بلکہ نہایت کثرت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ آیت الا لیومننّ بہ میں بہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی مؤید قرأت قبل موتھم ہے۔

پھر تفسیر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے والمعنی ما من الیھود والنصاری احد الا لیومننّ قبل موتہ بعیسی وبانہ عبد اللہ ورسولہ وروی ان الضمیر فی بہ یرجع الی اللہ او الی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم والضمیر الثانی الی الکتابی یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی

نہیں کہ جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور اس کی رسالت اور عبدیت کو قبول نہ کرے اور یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ کی طرف پھرتی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے ایسا ہی بیضاوی میں زیر آیت لیومنن بہ یہ تفسیر کی ہے والمعنی ما من الیہود والنصاری احد الالیومنن بان عیسی عبد اللہ ورسولہ قبل ان یموت ولوبید ذالک ان قرئ الالیومنن بہ قبل موتھم وقیل الضمیران لعیسی یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاری میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور قبل موتہم کی قراءت انہیں معنوں کی مؤید ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں۔

اور تفسیر مظہری کے صفحہ ۷۳۱ اور ۷۳۲ میں زیر آیت موصوفہ یعنی لیومنن بہ کے لکھا ہے۔ روی عن عکرمہ ان الضمیر فی بہ یرجع الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقیل راجعۃ الی اللہ عزوجل والمآل واحد فان الایمان باللہ لایعتد مالم یومن بجمیع رسلہ والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم یستلزم الایمان بعیسی علیہ السلام۔ قبل موتہ۔ ای قبل موت ذالک الاحد من اھل الکتاب عند معائنۃ ملائکۃ العذاب عند الموت حین لاینفعہ ایمانہ ھذا روایۃ علی بن طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فقیل لابن عباس ارئیت ان خر من فوق بیت قال یتکلم فی الھواء فقیل ارئیت ان ضرب عنقہ قال تلجلج لسانہ والحاصل انہ لایموت کتابی حتی یومن باللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ورسولہ وان عیسی عبد اللہ ورسولہ قبل یومن الکتابی فی حین من الاحیان ولوعند معائنۃ العذاب۔ وقال الضمیران لعیسی والمعنی انہ اذا نزل امن بہ اھل الکتاب اجمعون ولایبقی احد الالیومنن بہ وھذا التاویل مروی عن ابی ھریرۃ لکن کونہ مستفاداً من ھذہ الایۃ وتاویل الایۃ بارجاع الضمیر الثانی الی عیسے ممنوع انما ھو زعم من ابی ھریرۃ لیس ذالک فی شئ من الاحادیث المرفوعۃ وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ سواء کان ھذا الحکم خاصاً بھم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولاوجہ لان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام فالتاویل الصحیح ھو الاول ولیویدہ قران ابی بن کعب اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم وعروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اھل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتھم۔

ترجمہ عکرمہ سے روایت ہے آیت لیومنن بہ میں۔ بہ کی ضمیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی طرف راجع ہے اور مآل واحد ہے کیونکہ ایمان باللہ معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لائے اور محمد مصطفےٰ صلعم پر ایمان لانا عیسیٰ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ اور قبل موتہ کی یہ تفسیر ہے کہ ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے عذاب کے فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے گا جبکہ اس کو ایمان کچھ

فائدہ نہیں دیگا۔ یہ علی بن طلحہ کی روایت ابن عباس سے رضی اللہ عنہما۔ علی بن طلحہ کہتا ہے کہ ابن عباس کو کہا گیا۔ کہ اگر کوئی چھت پر سے گر پڑے تو پھر وہ کیونکر ایمان لائے گا ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ ہوا میں اس اقرار کو ادا کریگا پھر پوچھا گیا کہ اگر کسی کی گردن ماری جائے تو وہ کیونکر ایمان لاوے گا تو ابن عباس نے کہا کہ اس وقت بھی اس کی زبان میں اقرار کے الفاظ جاری ہو جائیں گے حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مریگا۔ جب تک اللہ جل شانہ۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے۔ بعض کہتے ہیں کہ کتابی فی حین من الاحیان ایمان لائے گا۔ اگرچہ عذاب کے معائنہ کے وقت ہو اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں۔ اور یہ معنے لیتے ہیں کہ جب عیسیٰ نازل ہو گا تو تمام اہل ملل اُس پر ایمان لے آئیں گے اور کوئی منکر باقی نہ رہے گا اور یہ تاویل ابو ہریرہ سے مروی ہے لیکن آیت لیومنن بہ سے یہ معنے جو ابو ہریرہ نے خیال کیے ہیں ہرگز نہیں نکلتے اور قبل موتہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف کسی طرح پھر نہیں سکتی یہ صرف ابو ہریرہ کا گمان ہے احادیث مرفوعہ میں اس کا کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا اور کیونکر یہ تاویل صحیح ہو سکتی ہے باوجودیکہ کلمہ ان موجودین کو بھی تو شامل ہے یعنی ان اہل کتاب کو جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تھے۔ خواہ یہ کلمہ انہیں سے خاص ہو یا خاص نہ ہو لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرانے کے لیے حال سب زمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور کوئی وجہ اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ کیوں وہی اہل کتاب خاص کیے جائیں جو حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت موجود ہوں گے پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی ضمیر بہ کی عیسیٰ کی طرف نہیں پھرتی بلکہ کتابی کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی قرأت ابی بن کعب موید ہے جس کو ابن المنذر نے ابی ہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی۔ اور وہ قرأت یہ ہے۔ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہم۔ یعنی اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ پر ایمان لاویں گے۔ اسی کے قریب قریب ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور فتح البیان و معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے۔ اب دیکھیے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس اور علی بن طلحہ رضی اللہ عنہم یہی تاویل لیومنن بہ کی کرتے ہیں کہ پہلی ضمیر محمد مصطفےٰ صلعم اور عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے اور دوسری ضمیر قبل موتہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور قرأت قبل موتہم کس قدر وثوق سے ثابت ہوتی ہے پھر باوجودیکہ یہ تاویل صحابہ کرام کی طرف سے ہے اور بلاشبہ قرأت شاذہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے مگر آپ اس کو نظر انداز کر کے اور نحوی قواعد کو اپنے زعم میں اس کے مخالف سمجھ کر تمام بزرگ اور اکابر قوم اور صحابہ کرام کی صریح ہجو اور توہین کر رہے ہیں گویا آپ کے نحوی قواعد کی صحابہ کو بھی خبر نہیں تھی اور ابن عباس جیسا صحابی جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فہم قرآن کی دعا بھی ہے وہ بھی آپ کے ان عجیب معنوں سے بے خبر رہا آپ پر قرأت قبل موتہم کا بھی وثوق کھل گیا ہے اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ ابن عباس اور علی بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کے سمجھنے میں خطا پر تھے اور قرأت ابی بن کعب بھی یعنی قبل موتہم۔ کامل درجہ پر ثابت نہیں۔ تو کیا آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیومنن بہ پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا۔ کیا وہ دعوی جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں بالاتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک

قطعیۃ الدلالت ہے۔ یا اخی اتق اللہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا[1] اور جب ان روایتوں کے ساتھ وہ روائتیں بھی ملا دیں جن میں انی متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں جیسے ابن عباس کی روایت اور وہب اور محمد بن اسحاق کی روایت کے کوئی ان میں سے عام طور پر حضرت مسیح کی موت کا قائل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تین گھنٹہ تک مر گئے تھے اور کوئی سات گھنٹہ تک ان کی موت کا قائل ہے اور کوئی تین دن تک جیسا کہ فتح البیان اور معالم التنزیل اور تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر سے ظاہر ہے تو پھر اس صورت میں اس وہم کی اور بھی بیخ کنی ہوتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے غرض آپ کا نور قلب شہادت دے سکتا ہے کہ جس قدر میں نے لکھا ہے آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت کے توڑنے کے لیے کافی ہے قطعیۃ الدلالت اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال پیدا نہ ہو سکے مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین کے گروہ نے آپ کے معنے قبول نہیں کیے اور مفسرین نے جابجا اس آپ کی تاویل کو قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے۔ عام رائے تفسیروں کی یہی پائی جاتی ہے کہ قرأت قبل موتہم کے موافق معنے کرنے چاہیئے اور ضمیر بہ کا نہ صرف عیسیٰ کی طرف بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہ کی پھیرتے ہیں۔ اب آپ کی رائے کی قطعیت کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔

(الحق دہلی ص ۵۴-۶۰)

مولوی صاحب (مولوی محمد بشیر صاحب) اس آیت کو حضرت عیسیٰ کی جسمانی زندگی پر قطعیۃ الدلالت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کے قطعی طور پر یہی معنے ہیں کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں کہ جو عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔ اور چونکہ اب تک تمام اہل کتاب کیا عیسائی اور کیا یہودی حضرت عیسیٰ پر سچا اور حقیقی ایمان نہیں لائے بلکہ کوئی اُن کو خدا قرار دیتا ہے ورکوئی اُن کی نبوت کا منکر ہے اس لیے ضروری ہے کہ حسب منشاء اس آیت کے حضرت عیسیٰ کو اس زمانہ تک زندہ تسلیم کر لیا جائے جب تک کہ سب اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں۔ مولوی صاحب اس بات پر حد سے زیادہ ضد کر رہے ہیں کہ ضرور یہ آیت موصوفہ بالا حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح معنے اس کے ہیں کسی دوسرے معنے کا احتمال اس میں ہرگز نہیں اور اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ گو بعض صحابہ اور تابعین اور مفسرین نے اور بھی کتنے معنے اس آیت کے کیے ہیں مگر وہ معنے صحیح نہیں ہیں۔ کیوں صحیح نہیں ہیں؟ اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اس جگہ لیؤمنن کا صیغہ نون ثقیلہ کے لگنے کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے اور خالص استقبال کے معنے صرف اسی طریق بیان سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا کسی آیندہ زمانہ میں نازل ہونا قبول کر کے پھر اس زمانہ کے اہل کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آویں گے اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اس کے مخالف معنے کیے ہیں اور قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے یہ معنے ان کی نحو کے اجماعی قاعدہ کے مخالف ہیں۔ کیوں مخالف ہیں؟ اس وجہ سے کہ ایسے معنوں کے کرنے سے

---

[1] بنی اسرائیل آیت ۳۷۔

لفظ لیومنن کا خالص استقبال کے لیے مخصوص نہیں رہتا۔ سو مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور اُبیّ ابن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے تھے اور نحو کے وہ اجماعی قواعد جو مولوی صاحب کو معلوم ہیں انہیں معلوم نہیں تھے اس لیے وہ ایسی صریح غلطی میں ڈوب گئے جو انہیں وہ قاعدہ یاد نہ رہا جس پر تمام نحویوں کا اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا بلکہ انہوں نے اپنی زبان کا قدیمی محاورہ بھی چھوڑ دیا جس کی پابندی طبعاً اُن کی فطرت کے لیے لازم تھی۔ ناظرین برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مولوی صاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی کو نحوی غلطی کا الزام دیویں اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے جس کے رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباس کے وہ معنے اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں جن کی تائید میں ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے یعنی قَبْلَ مَوْتِهِمْ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افترا ہے پس وہ کیا ابن عباس کے معنوں کو ترجیح دینے کے لیے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ ابن عباس کے یہ معنے نحوی قاعدہ کے مخالف ہیں اور قرأت قَبْلَ مَوْتِهِمْ کسی راوی کا افترا ہے۔ ابن عباس اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مولوی صاحب یا کسی اور کا حق ہے کہ اُن بزرگوں پر ایسا الزام رکھ سکے جن کے گھر سے ہی نحو نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ نحو کو اُن کے محاورات اور اُن کے فہم کی تابع ٹھہرانا چاہیئے نہ کہ اُن کی بول چال اور اُن کے فہم کا محک اپنی خود تراشیدہ نحو کو قرار دیا جائے۔

اب اگر مولوی صاحب اپنی ضد کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے اور ابن عباس اور عکرمہ کو نحو کے اجماعی قاعدہ سے بے خبر ٹھہراتے ہیں اور قرأت اُبیّ ابن کعب کو بھی جو قَبْلَ مَوْتِهِمْ ہے بکلّی مردود اور متحقق الافترا خیال کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ صرف اُن کے دعوے سے ہی یہ اُن کا بہتان قابل تسلیم نہیں ٹھہر سکتا بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالت بنانا چاہتے ہیں تو اُن پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلیں۔ کیونکہ جب تک ابن عباس اور عکرمہ کے مخالفانہ معنوں میں احتمال صحت باقی ہے اور ایسا ہی گو حدیث قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے تب تک مولوی صاحب کے معنے باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔

ناظرین آپ لوگ خود سوچ لیں کہ قطعی معنے تو انہی معنوں کو کہا جاتا ہے جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں یا پیدا تو ہوں لیکن قطعیت کا مدعی دلائل شافیہ سے اُن تمام مخالف معنے کو توڑ دے لیکن مولوی صاحب نے اب تک ابن عباس اور عکرمہ کے معنوں اور قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی قرأت کو توڑ کر نہیں دکھلایا۔ اُن کا توڑنا تو صرف ان دو باتوں میں محدود تھا اول یہ کہ مولوی صاحب صاف بیان سے اس بات کو ثابت کر دیتے کہ ابن عباس اور عکرمہ ان کے اجماعی قاعدہ نحو سے بکلی بے خبر اور غافل تھے اور انہوں نے سخت غلطی کی کہ اپنے بیان کے وقت نحو کے قواعد کو نظر انداز کر دیا۔

دوسرے مولوی صاحب پر یہ بھی فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح افترا ثابت کرتے اور یہ ثابت کرکے دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے۔ مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الائمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بباعث بعض راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں۔

ناظرین متوجہ ہو کر سنو اب میں اس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہوں کہ اگر فرض کے طور پر ابن عباس اور عکرمہ اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے معنے جو مخالف مولوی صاحب کے معنوں کے ہیں غلط ٹھہرائے جاویں اور قبول کیا جاوے کہ یہ تمام اکابر اور بزرگ مولوی صاحب کے اجماعی قاعدہ نحو سے عمداً یا سہواً باہر چلے گئے تو پھر بھی مولوی صاحب کے معنے قطعیۃ الدلالت نہیں ٹھہر سکتے۔ کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟ اس کی وجوہ ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) اول یہ کہ مولوی صاحب کے ان معنوں میں کئی امور ہنوز قابل بحث ہیں جن کا وہ یقینی طور پر فیصلہ نہیں کر سکے اور نہ اُن کا ایک ہی معنوں پر قطعیۃ الدلالت ہونا بپایۂ ثبوت پہنچا چکے ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ اہل الکتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے اور ہر یک ایسی آیت کا جس میں اہل کتاب کا ذکر ہے وہی مصداق اور شان نزول قرار دیئے گئے ہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اُس دوسرے معنے ابن عباس اور عکرمہ کی کونسی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کونسی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالت اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اُس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسٰی پر ایمان لے آئیں گے۔

ازاں جملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے تعیین مرجع لیؤمنن بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔ کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے اور یہ روایت قوی ہے۔ کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔ ہاں خاتم الانبیا پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ پس اگر حضرت عیسٰی کو بہ کے ضمیر کا مرجع ٹھہرا یا جائے تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اہل کتاب شرک سے توبہ کرکے صرف حضرت عیسٰی کی رسالت اور عبدیت کا قائل ہو۔ لیکن ساتھ اس کے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے قطعاً منکر ہو تو کیا وہ اسی ایمان سے نجات پا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ ضمیر بہ کی حضرت عیسٰی کی طرف آپ کے معنوں کی رو سے کیونکر پھر سکتی ہے۔ اگر یہ تثنیہ کی ضمیر ہوتی تو ہم یہ خیال کر لیتے کہ اس میں حضرت عیسٰی بھی داخل ہیں لیکن ضمیر تو واحد کی ہے صرف ایک کی طرف پھرے گی۔ اور اگر وہ ایک بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے کوئی دوسرا ٹھہرایا جائے تو معنے فاسد ہوتے ہیں۔ لہذا بالضرورت ماننا پڑا۔ کہ اس ضمیر کا مرجع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس صورت میں موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری جائے گی۔

اگر آپ اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ ایسے معنوں سے لیؤمننّ کا لفظ استقبال کے خالص معنوں میں کیونکر رہے گا۔ تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ جیسے آپ کے معنوں میں رہا ہوا ہے۔ اس وقت ذرہ آپ متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اُس قادر سے مدد چاہیں جو سینوں کو کھولتا اور دلوں میں سچائی کا نور نازل کرتا ہے۔ حضرت سنیئے آپ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ایک زمانہ قبل موت عیسیٰؑ کے ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنے ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔

جس ایمان کی طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا اُنہیں نصیب ہو جائیگا۔ اب حضرت اللہ جل شانہ سے ڈر کر فرمایئے کہ کیا آپ کے قطعیۃ الدلالت ہونے کا دعویٰ بالکل نابود ہو گیا۔ یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ آپ خوب سوچ کر اور دل کو تھام کر بیان فرماویں کہ آپ کی طرزِ تاویل میں کونسی خالص استقبال کی علامت خاص طور پر پائی جاتی ہے جو اس تاویل میں وہ نہیں پائی جاتی۔ ناظرین برائے خدا آپ بھی ذرا سوچیں۔ بہت صاف بات ہے ذرہ توجہ فرماویں۔ اے ناظرین آپ لوگ جانتے ہیں کہ کئی دن سے مولوی صاحب کی یہی بحث لگی ہوئی تھی۔ اور فقط اسی بات پر اُن کی ضد تھی کہ لفظ لیؤمننّ لام اور نون ثقیلہ کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے۔ اور مولوی صاحب اپنے گمان میں یہ سمجھ رہے تھے کہ خالص استقبال صرف اس طور کے معنے کرنے سے متحقق ہوتا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر مسیح ابن مریم کی طرف پھیریں اور اُس کی حیات کے قائل ہو جائیں۔ اور اب اے بھائیو میں نے ثابت کر کے دکھلا دیا۔ کہ خالص استقبال کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیری جائے بلکہ اس جگہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ضمیر بہٖ اور ضمیر قبل موتہ پھیرنے سے معنے ہی فاسد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ فقط عیسیٰؑ پر ایمان لانا نجات کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ سچے اور واقعی معنے اس طرز پر یہی ہیں کہ ضمیر بہٖ کی ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف پھیری جائے اور ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں خود حضرت عیسیٰؑ وغیرہ انبیاء سب ہی آ جائیں گے۔

نامِ احمد نامِ جملہ انبیا است ۔ چونکہ صد آمد نود ہم نزد ماست

بھائیو برائے خدا خود سوچ لو کہ ان معنوں میں اور حضرت مولوی صاحب کے معنوں میں خالص مستقبل ہونے میں برابری کا درجہ ہے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ بھائیو میں محض للہ آپ لوگوں کے سمجھانے کے لیے پھر دوہرا کر کہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب آیت لیؤمننّ بہٖ کے معنے یوں کرتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے سب کے سب اُن پر ایمان لے آئیں گے اور میں حسب روایت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ معالم وغیرہ

میں لکھا ہے۔ مولوی صاحب کی ہی طرز پر یہ معنے کرتا ہوں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے سب موجودہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ہمارے نبی کریم صلعم پر ایمان لے آئیں گے۔ بھائیو برائے خدا ذرہ نظر ڈال کر دیکھو۔ کہ کیا خالص استقبال میری تاویل اور مولوی صاحب کی تاویل میں برابر درجہ کا ہے۔ یا ابھی فرق رہا ہوا ہے۔ اب بھائیو انصافاً دیکھو کہ ان معنوں میں بہ نسبت مولوی صاحب کے معنوں کے کس قدر خوبیاں جمع ہیں وہ اعتراض جو مولوی صاحب کی طرز پر ضمیر بہ کے تعین مرجع میں ہوتا تھا۔ وہ اس جگہ نہیں ہو سکتا۔ قرأت شاذہ اس تاویل کی مؤیّد ہے۔ اور با ایں ہمہ خالص استقبال موجود ہے۔ اب اے حاضرین مبارک۔ مولوی صاحب کے دعوے قطعیّت کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ مگر تعصب اور طرفداری سے خالی ہو کر غور کرنا۔ مولوی صاحب نے اس بحث حیات مسیح کا حصر پانچ دلیلوں پر کیا تھا۔ چار دلیلوں کو تو انہوں نے خود چھوڑ دیا اور پانچویں کو خدا تعالیٰ نے حق کی تائید کر کے نیست و نابود کیا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا [1]۔ اب اے حاضرین۔ اے خدا تعالیٰ کے نیک دل بندو سوچ کر دیکھو اور ذرہ اپنے فکر کو خرچ کر کے نگاہ کرو۔ کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب کا کیا دعویٰ تھا یہی تو تھا۔ کہ آیت لَیُؤْمِنَنَّ بہ کے وہ سچے اور صحیح معنے ٹھہر سکتے ہیں جن میں لفظ لَیُؤْمِنَنَّ کو خالص مستقبل ٹھہرایا جائے اور مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے صفحوں کے صفحے اسی بات کے ثابت کرنے کے لیے لکھ مارے کہ نون ثقیلہ مضارع کے آخر مل کر خالص مستقبل کے معنوں میں لے آتا ہے اسی دُھن میں مولوی صاحب نے حضرت ابن عباس کے معنوں کو قبول نہیں کیا۔ اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ معنے بھی نحویوں کے اجماعی عقیدہ کے برخلاف ہیں۔ سو ہم نے مولوی صاحب کی خاطر سے ابن عباس کے معنوں کو پیش کرنے سے موقوف رکھا اور روایت عکرمہ کی بنا پر وہ معنے پیش کیے جو خالص مستقبل ہونے میں بکلی مولوی صاحب کے معنوں سے ہم رنگ اور ان نقصوں سے مبرّا ہیں جو مولوی صاحب کے معنوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مسیح پر ایمان لانے کے وقت ہمارے سید و مولا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور اُس کے ضمن میں ہر یک نبی پر ایمان لانا داخل ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس ایمان کے لیے حضرت مسیح کو آسمانوں کے دارالسرور سے اس دارالابتلا میں دوبارہ لایا جائے۔ مثلاً دیکھئے کہ جو لوگ بقول آپ کے آخری زمانہ میں آنحضرت صلعم پر ایمان لائیں گے۔ یا اب ایمان لاتے ہیں۔ کیا اُن کے ایمان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آویں۔ پس ایسا ہی یقین کیجئے کہ حضرت مسیح پر ایمان لانے کے لیے بھی دوبارہ اُن کا دنیا میں آنا ضروری نہیں اور ایمان لانے اور دوبارہ آنے میں کچھ تلازم نہیں پایا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لَیُؤْمِنَنَّ بہ کو خواہ نخواہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرنا چاہیں باوجود اس فساد معنے کے جس کا نقصان آپ کی طرف عائد ہے ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اُس کے یہ معنے ہونگے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ اُس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آویں گے۔ سو یہ معنے بھی خالص استقبال ہونے میں آپ کے معنے کے ہم رنگ ہیں کیونکہ اس میں کچھ شک

[1] بنی اسرائیل آیت ۸۲۔

نہیں کہ ابھی تک وہ زمانہ نہیں آیا جو سب کے سب موجودہ اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہوں۔ لہذا خالص استقبال کے رنگ میں اب تک یہ پیشگوئی موافق ان معنوں کے چلی آتی ہے۔ اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگی۔ یہاں تک کہ آپ پیچھا چھوڑا نہیں سکیں گے۔ جن باتوں کو آپ اپنے پرچوں میں قبول کر بیٹھے ہیں۔ انہیں کی بنا پر میں نے یہ تطبیق کی ہے۔ اور جس طرز سے آپ نے آخری زمانہ میں اہل کتاب کا ایمان لانا قرار دیا ہے اسی طرز کے موافق میں نے آپ کو ملزم کیا ہے۔ اور اسی خالص استقبال کے موافق خالص استقبال پیش کر دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے وقت سے اس آیت کو ذو الوجوہ قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ ابن کثیر نے زیر ترجمہ اس آیت کے یہ لکھا ہے قال ابن جریر اختلف اھل التاویل فی معنی ذالك فقال بعضھم معنی ذالك وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ یعنی قبل موت عیسیٰ وقال اٰخرون یعنی بذالك وان من اھل الکتاب الا لیومنن بعیسیٰ قبل موت الکتابی ذکر من کان یوجہ ذالك الی انہ اذا عاین علم الحق من الباطل۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی الایۃ قال لایموت یھودی حتی یومن بعیسیٰ وکذا روی ابوداؤد الطیالسی عن شعبہ عن ابی ھارون الغنوی عن عکرمۃ عن ابن عباس فھذہ کلھا اسانیدُ صحیحۃ الی ابن عباس وقال اٰخرون معنی ذالك وان من اھل الکتاب الا لیومنن بمحمدؐ قبل موت الکتابی یعنی اس آیت کے معنے میں اہل تاویل کا اختلاف چلا آیا ہے۔ کوئی ضمیر قبل موتہ کی عیسیٰؑ کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کتابی کی طرف اور کوئی بہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہوں نے بڑی لبسط سے بیان کر دی ہے۔ کہ اس آیت کے معنے اہل تاویل میں مختلف فیہ ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔ (الحق دھلی ص۷۷-۸۴)

ثُمَّ الْقَرِیْنَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلٰی خَطَاءِ...... فِی اٰیَۃِ قَبْلَ مَوْتِہٖ مَا جَآءَ فِیْ قِرَاءَۃِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَعْنِیْ مَوْتِھِمْ فَاِنَّہٗ یَقْرَءُ ھٰکَذَا وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ۔ فَثَبَتَ مِنْ ھٰذِہِ الْقِرَاءَۃِ اَنَّ ضَمِیْرَ لَفْظِ مَوْتِہٖ لَا یَرْجِعُ اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَلْ یَرْجِعُ اِلٰی اَھْلِ الْکِتَابِ فَاِلٰی اَیِّ ثُبُوْتٍ حَاجَۃٌ بَعْدَ قِرَاءَۃِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ لِقَوْمٍ طَالِبِیْنَ۔ ثُمَّ مَعَ ذَالِكَ قَدِ اخْتَلَفَ اَھْلُ التَّفْسِیْرِ فِیْ مَرْجِعِ ضَمِیْرِ بِہٖ فَقَالَ بَعْضُھُمْ

آیت قبل موتہ کے معنوں میں ابوہریرہؓ کے غلطی کھانے پر دوسرا قرینہ حضرت ابیؓ بن کعب کی قرأت موتہم ہے۔ وہ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ پس اس قرأت سے ثابت ہو گیا کہ موتہ کے لفظ میں ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں جاتی بلکہ اہل کتاب کی طرف جاتی ہے پس طالبان حق کے لیے ابیؓ ابن کعب کی قرأت کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت ہے؛ علاوہ ازیں مفسرین نے بھی بہ کی ضمیر کے مرجع کے بارہ اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض نے

إنّ هذا الضمير الذي يوجد في آية ليؤمننّ به راجعٌ إلى نبيّنا صلى الله عليه وسلم وهذا أرجح الأقوال وقال بعضهم إنه راجع إلى الفرقان وقال بعضهم إنه راجع إلى الله تعالى وقيل إنه راجع إلى عيسى وهذا اقولٌ ضعيفٌ ما التفت إليه أحدٌ من المحققين - فيا حسرةً على أعدائنا المخالفين أنهم يتركون القرآن وبيّناته بل قلوبهم في غمرةٍ من هذا ويقولون بأفواههم إنا نتّبع أخبار رسول الله صلى الله عليه وسلم وليسوا بمتّبعين - بل يتركون أقوالاً ثابتةً من رسول الله صلى الله عليه وسلم و يبدّلون الخبيث بالطيّب ويكتمون الحقّ وكانوا عارفين۔ (حمامة البشری ص ۴۷-۴۸)

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اسی لیے زور دیا ہے کہ تا آیندہ زمانہ میں ایسے لوگوں پر حجت ہو جائے جو ناحق اس دھوکہ میں مبتلا ہونے والے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مسیح کی حیات پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور جو دلائل پیش کرتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر سخت درجہ کی غباوت غالب آگئی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ آیت وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ حضرت مسیح کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور ان کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے مگر افسوس کہ وہ اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں جس حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[1] جس کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک بغض اور دشمنی رہے گی تو اب بتلاؤ کہ جب تمام یہودی قیامت سے پہلے ہی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں گے تو پھر بغض اور دشمنی قیامت تک کون لوگ کریں گے۔ جب یہودی نہ رہے اور سب ایمان لے آئے تو پھر بغض اور دشمنی کے لیے کون موقعہ اور محل رہا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[2] اس کے بھی یہی معنے ہیں جو اوپر گذر چکے اور وہی اعتراض ہے جو اوپر بیان ہو چکا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[3] اس جگہ کفر والے سے مراد بھی یہود ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محض یہودیوں کے لیے آئے تھے اور اس آیت میں وعدہ ہے کہ

کہا ہے کہ یہ ضمیر جو لیؤمننّ بہ میں پائی جاتی ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتی ہے اور یہ سب سے زیادہ مرجّح قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر قرآن کریم کی طرف جاتی ہے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے اور بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن یہ ایک ضعیف قول ہے جس کو کسی محقق نے قابل اعتنا نہیں ٹھہرایا۔ پس ہمارے مخالف دشمنوں پر افسوس ہے کہ وہ قرآن کریم اور اس کے بیّنات کو چھوڑتے ہیں۔ بلکہ اس کے متعلق ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے مونہوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی پیروی کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ پیروی کرنے والے نہیں۔ بلکہ وہ ایسے اقوال کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور طیّب کے بدلے خبیث کو اختیار کرتے ہیں اور جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپاتے ہیں۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۴۷-۴۸)

---

[1] المائدہ آیت ۶۵ ۔ [2] المائدہ آیت ۱۵ ۔ [3] آل عمران آیت ۵۶

حضرت مسیح کو ماننے والے یہود پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اب تبلاؤ کہ جب ان معنوں کے رو سے جو ہمارے مخالف آیت وان من اہل الکتاب کے کرتے ہیں تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو پھر یہ آیتیں کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کی قیامت تک باہم دشمنی رہے گی اور نیز یہ کہ قیامت تک یہود ایسے فرقوں کے مغلوب رہیں گے جو حضرت مسیح کو صادق سمجھتے ہوں گے۔ ایسا ہی اگر مان لیا جاوے کہ حضرت مسیح زندہ بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے تو پھر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي [1] کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد عیسائی بگڑ گئے جب تک کہ وہ زندہ تھے عیسائی نہیں بگڑے۔ اور پھر اس آیت کے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ [2] کہ زمین پر ہی تم زندگی بسر کرو گے اور زمین پر ہی مرو گے۔ کیا وہ شخص جو اٹھارہ سو برس (۱۸۰۰) سے آسمان پر بقول مخالفین زندگی بسر کر رہا ہے وہ انسانوں کی قسم میں سے نہیں ہے اگر مسیح انسان ہے تو نعوذ باللہ مسیح کے اس مدت دراز تک آسمان پر ٹھہرنے سے یہ آیت جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اگر ہمارے مخالفوں کے نزدیک انسان نہیں ہے بلکہ خدا ہے تو ایسے عقیدہ سے وہ خود مسلمان نہیں ٹھہر سکتے پھر یہ آیت قرآن شریف کی کہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ [3] جس کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کی خدا کے سوا تم عبادت کرتے ہو وہ سب مر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں صاف تبلا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۵-۱۲۶)

بعض لوگ محض نادانی سے یا نہایت درجہ کے تعصب اور دھوکہ دینے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر اس آیت کو بطور دلیل لاتے ہیں کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور اس سے یہ معنے نکالنا چاہتے ہیں کہ اُس وقت تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوں گے جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں لیکن ایسے معنے وہی کریگا جس کو فہم قرآن شریف سے پورا حصہ نہیں ہے یا جو دیانت کے طریق سے دُور ہے کیونکہ ایسے معنے کرنے سے قرآن شریف کی ایک پیشگوئی باطل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [4] اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [5]۔ ان آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے پس اگر آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ قیامت سے پہلے تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت یہود و نصاریٰ کا بغض باہمی دُور بھی ہو جائے گا اور یہودی مذہب کا تخم زمین پر نہیں رہے گا حالانکہ قرآن شریف کی ان آیات سے اور کئی اور آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی مذہب قیامت تک رہے گا۔ ہاں ذلت اور مسکنت اُن کے شامل حال ہو گی اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے پس آیت ممدوحہ بالا کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اہل کتاب میں سے ہے وہ اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آویں گے۔ غرض موتہٖ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کی طرف۔ اسی وجہ سے اس آیت کی دوسری قرأت میں مَوْتِهِمْ واقع ہے اگر حضرت عیسیٰ کی طرف یہ ضمیر پھرتی

[1] المائدہ آیت ۱۱۸ ؛ [2] الاعراف آیت ۲۶ ؛ [3] النحل آیت ۲۲ ؛ [4] المائدہ آیت ۱۵ ؛ [5] المائدہ آیت ۶۵ ؛

تو دوسری قرأت میں موتہم کیوں ہوتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے ابوہریرہ میں نقل کرنے کا مادّہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصّہ رکھتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کیے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہؓ ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ یہ مسلّم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حُجّت نہیں ہو سکتی۔ شرعی حُجّت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔ سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہؓ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جبکہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابوہریرہ کا اپنا قول ردّ کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پُہنچا سکتا ہے اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابوہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جابجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے اُن کا بکلی استیصال نہیں ہوگا۔ اور ابوہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اُس کو چاہیئے کہ ابوہریرہؓ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قرأت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے اور اس جگہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اس صورت میں ابوہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے فلاشک انّہ باطل ومن تبعہ فانہ مفسد بطّال۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۳-۲۳۵)

یہ عقیدہ کھلے طور پر قرآن شریف کے مخالف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ سب لوگ حضرت عیسیٰ کو قبول کر لیں گے۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۴)

دنیا میں خدا پر ایمان لانے کا یہ اجر ملتا ہے کہ ایسے شخص کو خدا تعالیٰ پوری ہدایت بخشتا ہے اور ضائع نہیں کرتا اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی وہ لوگ جو در حقیقت اہل کتاب ہیں اور سچے دل سے خدا پر اور اُس کی کتابوں پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں وہ آخر کار اس نبی پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہاں خبیث آدمی جن کو اہل کتاب نہیں کہنا چاہیئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۴۵)

یعنی ایسا کوئی اہل کتاب نہیں جو اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے۔ اور تفاسیر میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کو یہ الہام اس وقت ہوتا ہے جب وہ جان کندن کی حالت میں ہوتے ہیں یا موت کا وقت بہت قریب ہوتا ہے اور اب ظاہر ہے کہ وہ تبھی ایمان لاتے ہیں جب اُن کو منجانب اللہ الہام ہوتا ہے کہ فلاں

رسول سچا ہے مگر اس الہام سے وہ خدا کے برگزیدہ نہیں ٹھہر سکتے اور خدا تعالیٰ کی سنّت اسی طرح جاری ہے کہ موت کے قریب اکثر لوگوں کو کوئی خواب یا الہام ہو جاتا ہے اس میں کسی مذہب کی خصوصیت نہیں اور نہ صالح اور نکوکار ہونے کی شرط ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۲۱-۱۲۲)

وَاَمَّا اِیْمَانُ اَھْلِ الْکِتَابِ کُلِّھِمْ بِعِیْسٰی کَمَا ظَنُّوْا فِیْ مَعْنَی الْاٰیَۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ فَاَنْتَ تَعْلَمُ حَقِیْقَۃَ اِیْمَانِھِمْ لَا حَاجَۃَ اِلَی التَّذْکِرَۃِ۔ وَتَعْلَمُ اَنَّ اَفْوَاجًا مِّنَ الْیَھُوْدِ قَدْ مَاتُوْا وَلَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَا تُحَرِّفْ کَلَامَ اللّٰہِ لِعَقِیْدَۃٍ ھِیَ بَاطِلَۃٌ بِالْبَدَاھَۃِ۔ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ فَکَیْفَ الْعَدَاوَۃُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِعِیْسٰی اَلَمْ یَبْقَ فِیْ رَاْسِکُمْ ذَرَّۃٌ مِّنَ الْفِطْنَۃِ۔ اَلَیْسَ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ رَدٌّ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ جَمِیْعَ فِرَقِ الْیَھُوْدِ یُؤْمِنُوْنَ بِعِیْسٰی فَمَا لَکُمْ تُخَالِفُوْنَ النَّصَّ الَّذِیْ ھُوَ اَظْھَرُ وَاَجْلٰی۔ فَاَیُّ اٰیَۃٍ بَقِیَتْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ بِھَا تَتَمَسَّکُوْنَ۔ (الاستفتاء ص۴۹ شمولہ حقیقۃ الوحی)

ہمارے مخالف اس آیت کو بھی پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب مومن ہو جائیں گے ان کو اتنا معلوم نہیں کہ مَوْتِہٖ کی ضمیر اس طرف نہیں جاتی۔ تفسیر مظہری میں اس آیت پر خوب بحث کی گئی ہے اور انہوں نے دوسری قرأت قَبْلَ مَوْتِھِمْ کی لکھی ہے اور ابوہریرہ کی حدیث جو اس کی تائید میں مخالف پیش کرتے ہیں اس پر بھی جرح کی گئی ہے خود انہوں نے مانا ہے کہ ابوہریرہ کی درایت ٹھیک نہیں۔

علاوہ بریں یہ معنی قرآن شریف کے صریح مخالف ہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو مخاطب کرکے فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[۵۱]۔ اب اس آیتہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ منکرین کا وجود قیامتہ تک رہے گا۔ کیونکہ اگر منکرین ہی کا وجود نہیں تو پھر غلبہ کیسا؟ پھر دوسری جگہ فرمایا وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[۵۲] اور پھر تیسری جگہ فرمایا فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[۵۳] ان سب آیتوں پر یکجائی نظر کرنے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ کُل فرقے باقی رہیں گے یہ کہنا کہ کُل مسلمان ہو جائیں گے غلط ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

تمام اہل کتاب کا حضرت عیسٰی پر ایمان لے آنا جیسا کہ آیت مذکورہ کے بارہ میں ان کا خیال ہے تو تم ان کے ایمان کی حقیقت کو جانتے ہو اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیز تم یہ بھی جانتے ہو کہ فوج در فوج یہودی فوت ہو چکے ہیں اور وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے تھے پس تو اس عقیدہ کی خاطر جو بالبداہت باطل ہے اللہ کے کلام میں تحریف نہ کر۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ اَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ پھر ایمان لانے کے بعد مسیح سے عداوت کیسی۔ کیا تمہارے سروں میں ذرا بھی سمجھ نہیں رہی۔ کیا اس آیت میں ان تمام لوگوں کا ردّ نہیں ہے جو گمان کرتے ہیں کہ تمام فرقہائے یہود حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک ایسی نص کی مخالفت کرتے ہو جو نہایت واضح اور روشن ہے تمہارے پاس وہ کونسی آیت ہے جس سے تم یہ استدلال کرتے ہو۔ (الاستفتاء ص۴۹)

---

۵۱ آل عمران آیت ۵۶ ۔ ۵۲ المائدہ آیت ۶۵ ۔ ۵۳ المائدہ آیت ۱۵